*International Research Jounral of Islamic Culture & Communication*

***IRJICC***

*ISSN:3007-4630 (P),3006-8304(E)*

# OPINIONS OF THE ORIENTALISTS ISTIHSAN AND ITS EFFECTS: A REGARDING CRITICAL REVIEW

# استحسان سے متعلق مستشرقین کی آراء اور اُس کے اثرات: تنقیدی جائزہ

1. ***Muhammad Ikram***
ikram_951@gmail.com

*M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, D.I Khan, KPK.*

2. ***Dr.Nasir Ali Khan***
nasirali@cuiatd.edu.pk

*Associate Professor, COMSATS UniversityIslamabad,Abbottabad campus.*

3. ***Dr. Muhammad Naseer***
m.naseer7119@gmail.com

*Assistant Professor, Islamic Studies & Arabic, Gomal University, D.I Khan.*

**Vol. 01, Issue, 01, July-Sep 2023, PP:26-37**

*OPEN ACCES at: www.irjicc.com*

| Article History | Received | Accepted | Published |
| --- | --- | --- | --- |
| | 18-07-23 | 05-08-23 | 30-09-23 |

## Abstract

*Allah sent mankind into this world only for His worship and worship, and then from time to time he sent prophets and messengers to guide mankind, who conveyed the commandments of Allaah to his servants, and in the end, he sent the Messenger of Allaah (PBUH) and ended the chain of prophethood until the Day of Resurrection. So now the rulings of the religion of Mustafavi will be followed by the rest of the world. The Prophet (PBUH) gave mankind the complete code of life, that is, fiqh is the collection and essence of Islamic teachings, it is the essence of the Qur'an and the spirit of the Sunnah of the Prophet (PBUH), and it is the spokesman for the*

CC BY

*general mood and mockery of the Shari'ah and also the light path for Islamic life. Not only that its need related only to the past, but even today and in the future, its need and importance will continue to be felt like the past, and the mujtahids will continue to dive into the Qur'an and Hadith and solve the problems of the Ummah through fiqh principles. The Ummah has always agreed on the four sources of Islamic law: the Book of Allah, the Sunnah of the Prophet (PBUH), the Consensus of the Ummah and the Qiyas of Shari'ah. The Usulians have devised several methods of deriving laws from all these sources. One of the methods of obtaining laws from the fourth important source of Islamic jurisprudence is istahasan, which is very important. The Orientalists raised objections to the basic sources of Islamic jurisprudence, a critical review of these objections is presented below.*

***Key Words**: Istahasan, Shari'ah, Qur'an and Hadith, Sources, Orientalists, Islamic Jurisprudence.*

**موضوع کا تعارف:**

معاصر دنیا میں نظام ہائے قانون سے متعلقہ مباحث کی اہمیت زیادہ بڑھ گئی ہے کیونکہ سماجی علوم ( Social Sciences) کے فروغ پانے سے قانون کے مضمون کو بڑی اہمیت سے نوازا گیا ہے اور اب دنیا بھر کے ادیان و مذاہب کے نظام ہائے قانون زیر مطالعہ و تحقیق ہیں۔ کلیات و جامعات میں اسلامی قانون کی تعلیم و تدریس کو بھی فروغ ملا ہے۔ اسلام کی قانونی جہت کا نمائندہ علم فقہ اسلامی ہے جو اسلامی علوم کی درجہ بندی میں قرآن اور حدیث کے بعد آتا ہے۔ اسلام کے دیگر اساسی موضوعات کی طرح مستشرقین نے فقہ اسلامی کو بھی اپنی دل چسپی اور توجہ کا مرکز بنایا۔ انہوں نے اسلامی فقہ کی اساسیات، آغاز وارتقاء، ماخذ و مصادر کے ساتھ ساتھ فقہی اصولوں کو بھی موضوع تحقیق بنایا۔

علمائے استشراق کی مساعی کی بدولت فقہ اسلامی کی بہت سی نادر کتب منصہ شہود پر آئیں۔ ان کا یہ عمل قابل داد ہے۔ اسی طرح فقہ سے متعلقہ مستشرقین کے تخلیق کردہ ادب کی بدولت دنیا کی مختلف زبانوں میں قانون اسلامی متعارف ہوا لیکن اسلامی فقہ کے بارے میں ان کے اخذ کردہ نتائج تحقیق اس بات کی نشاندہی کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اسلام کے دیگر میادین کی طرح فقہ میں بھی مجموعی طور پر مستشرقین نے معروضی انداز بحث و تحقیق اختیار نہیں کیا۔ ان کے بقول فقہ اسلامی براہ راست قرآن وسنت سے ماخوذ نہیں ہے۔ وہ قانون سازی کے اعتبار سے نص قرآنی کو ناقص قرار دیتے ہیں۔ وہ فقہی واحکامی احادیث کے ذخیرہ کو موضوع اور مابعد کی پیداوار قرار دیتے ہیں اسی طرح استشراقی تحقیق اسلامی قانون کو رومی قانون سے ماخوذ ثابت کرنے کے درپے ہے جبکہ حلقہ استشراق کا ایک دبستان فقہ اسلامی کو یہودیت و مسیحیت سے متاثر قرار دیتا ہے۔ مسلمان محققین نے مذکورہ استشراقی نتائج تحقیق کا دلائل وبراہین سے ابطال کیا اور ثابت کیا کہ اسلامی قانون یعنی فقہ اسلامی قرآن وسنت سے ماخوذ

ہے جو عہد نبوی ہی سے موجود ہے اور اس کی تحفیظ و تدوین کی مساعی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں شروع ہو گئی تھی۔ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علمائے امت نے اسلامی قانون اور اسکی مبادیات کی حفاظت اور انتقال میں اپنی زندگیاں لگا دیں۔ اور فقہ اسلامی کا عظیم ذخیرہ محفوظ بنا دیا۔

مستشرقین نے فقہ اسلامی کے مصادر اصلیہ (Original / Primary Sources) قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ اجماع و قیاس کی بنیادوں اور ان کے کردار کو اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ وہ ان تحقیقی امور میں مسلمانوں کا نقطہ نظر جانے بغیر خود سے متعین کردہ موقف کو مسلمانوں کے نقطہ نظر کے طور پر پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

**استحسان بطور ماٰخذ فقہی:**

فقہ اسلامی یا اسلامی قانون کے چار بنیادی ماخذوں کے بعد ترتیب میں جو مالہ میں انہیں مصادر تابعہ کا عنوان دیا جا سکتا ہے ان میں استحسان کو اولیت حاصل ہے، مصادر شرعیہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کے ظاہری الفاظ و اشکال کی پیروی کی بجائے شرعی دلائل (قرآن، سنت، اجماع، قیاس ضرورۃ، مصالح، عرف وغیرہ) کی بنیاد پر مقاصد شریعت کی جستجو کرنا استحسان قرار پاتا ہے۔

مستشرقین نے فقہ اسلامی کے ان ذیلی مصادر کو بھی اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا ہے جن پر قانون اسلامی کی عظیم عمارت کھڑی ہے، استحسان کی اصطلاح کے ابتدائی استعمال کے بارے میں حلقہ استشراق میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ حلقہ ہائے استشراق میں شیخ کے مقام پر فائز معروف مستشرق گولڈ زیر کے بقول استحسان کی اصطلاح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وضع کردہ ہے اور استحسان کا اصول سب سے پہلے امام صاحب نے تخلیق کر کے متعارف کروایا۔

پروفیسر جوزف شاخت اپنے فکری و نظریاتی استاد کی اس رائے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"Goldziher, judging from the sources at his disposal, concluded that Abu hanifa himself established the principle of istihsan." [1]

"گولڈزیہر نے اپنے اختیار کے ذرائع سے فیصلہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ابو حنیفہ نے خود استحسان کا اصول قائم کیا تھا۔"

جوزف شاخت گولڈ زیہر کی منقولہ رائے سے اختلاف کرتا ہے اس کے بقول استحسان کی اصطلاح سب سے پہلے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے استعمال کی وہ لکھتا ہے:

"The technical term for it appears, as far as I know, for the first in abu Yusuf." [2]

"اس کی تکنیکی اصطلاح، جہاں تک میں جانتا ہوں، سب سے پہلے ابو یوسف میں ظاہر ہوتا ہے۔"

پروفیسر شاخت کی رائے درست معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے متعدد جگہوں پر استحسان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔[3] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اس فقہی مصدر کو استعمال کیا ہے تاہم گولڈ زیہر کا بھی یہ کہنا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اصول استحسان کی تخلیق کی ہے محل نظر ہے اس

لیے کہ یہ اصول تو پہلے سے موجود تھا۔

متن قرآنی میں بھی استحسان کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے اسی طرح آئمہ مجتہدین کی اصطلاح میں جسے استحسان کہا جاتا ہے اس طریق استدلال کا وجود شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی ثابت ہے اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے بھی استحسان پر عمل کے نظائر موجود ہیں اس لیے یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اصول استحسان کی بنیاد رکھی البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام صاحب نے اس فقہی مصدر کو استحسان کے عنوان سے متعارف کروایا ڈاکٹر احمد حسن لکھتے ہیں کہ استحسان کا اصول اور اس کا تصور فقہائے عراق سے پہلے موجود تھا وہ لکھتے ہیں:

"فقہائے عراق سے قبل استحسان کی موجودگی کے اثبات کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی آراء سے چند امثلہ ذکر کرتے ہیں کہ قحط کے ایام میں چور کے ہاتھ کاٹنے سے اجتناب، تعین دی گئی طلاقوں کو تین ہی شمار کرنا، ام الوالد کو بیچنے پر پابندی، کتابیہ سے شادی کو ممنوع ٹھہراتا، یہ سب استحسان کے زمرے میں آتا ہے۔" [4]

معلوم ہوا کہ گولڈزیہر یا پروفیسر شاخت کی استحسان کے وضع کرنے کی نسبت امام ابو حنیفہ یا امام ابو یوسف کی جانب کرنا درست نہیں، بلکہ قرآن کریم سے اس کا ثبوت موجود ہے اور عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے دور میں اس پر عمل کیا جاتا تھا، اگرچہ اصطلاحی توضیحات بعد میں کی گئی ہے۔

**استحسان اور رائے:**

پروفیسر جوزف شاخت کا نقطہ نظر ہے کہ علمائے عراق اور علمائے حجاز استحسان کو رائے کی ایک قسم کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:

"كان أهل العراق، وكذلك أهل الحجاز يستعملون الاستحسان، كنوع من أنواع الرأي" [5]

"اہل عراق کے علاوہ اہل حجاز بھی استحسان پر عمل کرتے تھے، جیسے رائے انواع میں سے ایک نوع ہو۔"

شاخت کا نقطہ نظر اصابت کا حامل نہیں ہے کہ استحسان رائے کے برابر ہے کہ جو طے شدہ قواعد و ضوابط کی روشنی میں وجود و تعمیر نہیں پاتی اور نہ ہی اس کی پشت پر کوئی شرعی دلیل ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ رائے محض فقیہ کا کسی مسئلے میں ذاتی عقل کو استعمال کرتا ہے اور مسئلے کا حل پیش کرتا ہے جیسا کہ خود شاخت نے ذکر کیا ہے:

"للرأي أي استعمال الفقيه لعقله" [6]

"رائے کہتے ہیں کہ فقیہ کسی مسئلہ میں عقل کے استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔"

حقیقت اس کے برعکس ہے مجتہد طے شدہ اصول و ضوابط اور شروط کا لحاظ کرتے ہوئے رائے قائم کرتا ہے رائے کی تعمیر میں بلاشبہ عقلی مشق بھی ہوتی ہے لیکن شریعت کے عمومی مزاج اور روح کو بھی مد نظر رکھنا پڑتا ہے ڈاکٹر احمد حسن رائے کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"Ra'y Has a flexible and dynamic nature, It decides the cases in the light of the spirit, wisdom and justice in Islam. It is a well-considered and balanced

opinion of a person who aspires to reach a correct decision. Ra'yin the words of Ibn qayyim, is a decision which the mind arrives at after thinking, contemplation and genuine search for truth in a case where indications are conflicting. In other words, Ra'y stands for the decision that would have been taken, either by revelation if it were to come down on that occasion, or by the prophet if had been there.[7]"

یعنی رائے ایک لچکدار اور متحرک فطرت کا حامل ہے، یہ اسلام کی روح، حکمت اور انصاف کی روشنی میں مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کی اچھی طرح سے سمجھی جانے والی اور متوازن رائے ہے جو ایک درست فیصلے تک پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے۔ ابن قیم کے الفاظ راعین ایک ایسا فیصلہ ہے جس پر ذہن سوچنے، غور و فکر اور سچائی کی حقیقی تلاش کے بعد اس صورت میں پہنچتا ہے جہاں اشارے متضاد ہوں۔ دوسرے لفظوں میں، رائے اس فیصلے کے لیے کھڑا ہے جو یا تو وحی کے ذریعے کیا جاتا اگر اس موقع پر نازل ہوتا، یا نبی کی طرف سے اگر وہاں ہوتا۔

ڈاکٹر احمد حسن کے مطابق رائے اور قیاس میں بڑا فرق ہے رائے میں ایک اور تحرک موجود ہوتا ہے کسی درست نتیجہ تک رسائی کے لیے اعتدال اور تدبر و تفقہ کا حامل موقف رائے کہلاتا ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ کے بقول رائے اس حتمی فیصلہ کو کہتے ہیں کہ جس تک پہنچنے کے لیے سوچ بچار اور تحقیق کی گئی ہو اور یہ ان امور میں ہو جہاں تضاد و تناقض کے واضح اشارے بھی موجود ہوں۔ رائے کا تعلق فیصلے کے ساتھ ہوتا ہے جو وحی الہی کے ذریعے کیا جاتا ہے یا پیغمبر کے ذریعے۔ معروف مستشرق منڈو نمل بھی استحسان کو فقیہ کی ذاتی رائے کے طور پر پیش کرتا ہے وہ لکھتا ہے:

"Is the one that the legist, in spite of the fact that the analogy of the fixed code clearly points out to one course considers it better to follow a different one. [8]"

کیا قانون ساز، اس حقیقت کے باوجود کہ فکسڈ کوڈ کی مشابہت واضح طور پر ایک کورس کی طرف اشارہ کرتی ہے، دوسرے کورس کی پیروی کرنا بہتر سمجھتا ہے۔

فاضل مستشرق کے بقول فقیہ قیاس کے واضح اشارہ کردہ حل کے مقابلے میں دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس کی اس بات سے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ استحسان فقیہ کی ذاتی رائے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ استحسان فقیہ کی ذاتی ترجیح سے عبارت نہیں ہے بلکہ دلائل و نظائر کی بناء پر وجود پانے والی رائے ہوتی ہے۔ استحسان سے متعلق فقہائے کرام کے رائے سے استدلال کیا ہے۔

**استحسان اور امام شافعی رحمہ اللہ:**

اسلام اور متعلقات اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے مستشرقین کی نمائندہ اکثریت علمی دیانت کے جملہ تقاضے پورے کرتی نہیں دکھائی دیتی۔ وہ مختلف امور میں گہرے غور و حوض کا دعوی تو کرتے ہیں لیکن اہتمام کرتے دکھائی نہیں دیتے۔ جس کی ایک

مثال استحسان کے بارے میں امام شافعی کی رائے کا معاملہ ہے۔ پروفیسر جوزف شاخت امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں رقمطراز ہے کہ امام صاحب استحسان کے اصول کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور اسے محض فقیہ کا ذاتی طریقہ استدلال تصور کرتے تھے وہ تحریر کرتے ہیں:

"وقد هاجم الشافعي طريقة الاستحسان في عنف، لأنها طريقة ذاتية، وقال بصحة القياس وحد"[9]

"امام شافعیؒ نے استحسان کے طریقہ کار پر شدید تحفظ کا اظہار کیا ہے، کیونکہ یہ کوئی ذاتی طریقہ نہیں، اُن کے نزدیک قیاس کی صحت کے لیے مخصوص اصول وضوابط ہیں۔"

فاضل مستشرق چونکہ استحسان سے مجرد رائے مراد لیتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ ایسے استحسان کو تسلیم نہیں کرتے کہ جو مجرد رائے پر مبنی ہو اور اسکی پشت پر کوئی دلیل موجود نہ ہو تو وہ یہ باور کروانے کی کوشش کرتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ استحسان کو بالکل تسلیم نہیں کرتے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بلاشبہ اپنی دونوں تصانیف الام اور الرسالۃ میں استحسان کو مستقل موضوع بنا کر اس کی تردید کی ہے اور اپنے موقف کے حق میں دلائل پیش کیے ہیں ان دلائل کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام دلائل اس استحسان سے متعلق نہیں ہیں جو مسلمہ فقہی اصول ہے اور جسے احناف ومالکیہ نے قابل اعتبار قرار دیا ہے۔ محمد ابوزہرہ مصری عام شافعی رحمہ اللہ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ان هذه الأدية كل حالا ترد على الاحسان المخلفي"[10]

یعنی یہ سارے دلائل استحسان حنفی کے خلاف نہیں ہیں۔ امام صاحب کے دلائل میں اس طرح کے الفاظ ملتے ہیں:

"لو كان لاحد أن يلتقي بذوق العلمي الحامل يعتمد على العقل وحده الا وغيرها"[11]

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ مطلقاء انسان کو باطل اور قابل رد تسلیم نہیں کرتے بلکہ جس انسان میں صرف فقہی ذوق اور محض عقلی اقتضا کے تحت قانون سازی ہو ایسا استحسان امام صاحب کے نزدیک باطل و مردود ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے فقہی ادب میں استحسان کے نظائر موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ استحسان کو مصدر شرقی تسلیم کرتے ہیں چند مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"استحسن في التسعة أن حكمون ثلاثين در ما "[12]

یعنی از روئے استحسان متعہ (مطلقہ کو دیا جانے والا ہدیہ) کی مقدار تھیں درہم ہے۔

موذن کے بارے میں فرمایا:

"حسن أن يضع إصبعه في سمائي أذنيه"[13]

موذن کے لیے پسندیدہ ہے کہ وہ اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دیا کرے۔

استحسن آن میترک فی المکاتب من نجوم الکتابۃ"[14]

استحسان کا تقاضا ہے کہ مکاتب غلام کو بدل کتابت کی اقساط سے کچھ معاف کر دیا جائے۔

اس کے علاوہ ایک اور مثال بیان کرتے ہوئے مزید کچھ یوں وضاحت کی گئی ہے۔

" إن أخرج السارق يده اليسرى بدل اليمني فقطعت، فالقياس يقتضي قطع يمناه والاستحسان أن لا تقطع"[15]

یعنی اگر چور اپنا بایاں ہاتھ سامنے کر دے اور حد سرقہ میں کاٹ دیا جائے تو قیاس کا تقاضا ہے اب اس کا دایاں ہاتھ بھی کاٹا جائے (کیونکہ اصل میں تو داہاں ہاتھ کاٹنا واجب تھا) لیکن استحسان کی رو سے اس کا دایاں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

اسی طرح بہت سارے مسائل ایسے ہیں جہاں امام شافعی رحمہ اللہ استحسان کا لفظ تو استعمال نہیں کرتے لیکن جو اصول اور طریق کار اختیار کرتے ہیں وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے استحسان میں داخل ہوتا ہے۔ استحسان کے بارے میں رائے قائم کرتے ہوئے چونکہ مستشرقین علمائے اصولیین اور فقہائے عظام کے عظیم علمی ذخیرے کا بنظر غائر مطالعہ نہیں کرتے اس لیے وہ فقہ اسلامی اور اس کی اساسیات کا صحیح ادراک نہیں کر سکتے اور صحیح تقسیم نہ ہونے کی بناء پر وہ غلط نتائج اخذ کرتے ہیں۔

مستشرق ڈیوڈ پرل (David pearl) اس رائے کا حامل ہے کہ متاخرین فقہائے اسلام نے اصول استحسان کے نتیجے میں اخذ کردہ مفہومات کو احادیث نبویہ کے ذریعے ثبوت فراہم کیے:

"Later scholars traced back concepts introduced by istihsan to a hadith" [16]

پرل یہ تاثر قائم کر رہا ہے کہ گویا استحسان کوئی غیر طبیعی دلیل ہے جو شرعی دلائل و شواہد سے محروم ہوتی ہے اس کی رائے کے مطابق جب اصولیین کے ایک طبقے نے استحسان کی مخالفت کی اور اس کا رد کیا تو پھر متاخرین قتبار نے اپنی اور اپنے آئمہ کی آراء کو احادیث سے ثبوت فراہم کرنے کا اہتمام کیا اگلے حصہ میں اصولین کے بیان کردہ استحسان کے صحیح مفہوم کی وضاحت سے یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ پرل کے نقطہ نظر کی دلائل توثیق نہیں کرتے۔

**استحسان کی ماخذ:**

مستشرق بنجمن استحسان کو خالصتاً فقہ اسلامی کی اصطلاح تصور نہیں کرتا اس کے بقول یہ رومی قانون کی ایک اصطلاح کا براہ راست ترجمہ ہے اسی طرح وہ یہ باور کروانے کی کوشش کرتا ہے کہ امام شیبانی رحمہ اللہ نے کلیسائی ماہرین قانون کی طرح ہی اس اصطلاح کی وضاحت کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

فاضل مستشرق حلقہ استشراق کے اس روایتی نقطہ نظر کا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اسلامی قانون رومی قانون سے ماخوذ ہے۔ استحسان کو وہ نہ صرف براہ راست مترجم اصطلاح بتارہے ہیں بلکہ اسے تاریخی طور پر ثابت ذکر رہے ہیں۔ [17]

حقیقت یہ ہے کہ علمائے استشراق اسلامی اور رومی قانون میں موجود مماثلتوں کو تلاش کر کے اجاگر کرتے ہیں اور محض ظاہری مشابہتوں کی بنا پر ماخوذ کا حکم صادر کر دیتے ہیں۔ ان کا یہ رویہ درست نہیں کیونکہ صرف مشابہت ماخوذ ہونے کی دلیل ہر گز نہیں ہو سکتی۔ بعض امور کی حد تک مماثلت پائی جا سکتی ہے کیونکہ احکام علل و اسباب پر مبنی ہوتے ہیں۔ لہٰذا دو ممالک میں اسباب و علت میں یکسانیت پائی جائے گی تو اس یکسانیت کی وجہ سے احکام میں بھی مشابہت پائی جا سکتی ہے۔

فقہ اسلامی کے آغاز و ارتقا کا مطالعہ کرنے والا اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ آئمہ مجتہدین جنہوں نے اسلامی قانون کی تکلیل و تدوین کا عظیم کارنامہ سر انجام دیا وہ عربی کے علاوہ دیگر زبانوں سے نابلد تھے اور نہ ہی ان کے ادوار میں دیگر ادیان و اقوام کے نظام ہائے قانون ترجمہ ہو کر آئمہ تک پہنچے تھے۔ استحسان کا تصور جیسا کہ ماقبل ذکر کیا گیا ہے متن قرآنی میں

بھی اس کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے اسی طرح آئمہ مجتہدین کی اصطلاح میں جسے استحسان کہا جاتا ہے اس طریق استدلال کا وجود شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی ثابت ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے بھی استحسان پر عمل کے نظائر موجود ہیں۔

**استحسان کا اصل تصور:**

استحسان لفظ حسن سے استفعال کے باب پر مصدر ہے اس کے لغوی معنی کسی چیز کو اچھا خیال کرنا اور مستحسن کھجتا ہیں عربی محاورہ میں ہے.

"استحسن الرأي، استحسن القول، استحسن الطعام"[18]

یعنی اس نے رائے کو یا بات کو یا کھانے کو اچھا سمجھا۔ اسی طرح استحسان کے مفہوم کا ایک پہلو یہ ہے۔

" طلب الاحسن لاتباع الذي هو مامور به " [19]

یعنی اچھی بات کی جستجو کرنا تاکہ اس کی پیروی کی جاسکے جو کہ شرعاً مامور یہ ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون الحسن"[20]

سو آپ بشارت دے دیجئے میرے انہی بندوں کو جو (اس) کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں، پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔

یعنی میرے ان بندوں کو خوش خبری دے دیجئے جو اچھی بات سن کر اس پر عمل کرتے ہیں۔

**استحسان کی اصطلاحی تعریف:**

علمائے اصول نے استحسان کی مختلف تعریفات ذکر کی ہیں ان کے درمیان لفظی اعتبار سے فرق تو پایا جاتا ہے، لیکن استحسان کو بطور دلیل کے علمائے اصولیین تسلیم کرتے ہیں اور اس پر عامل بھی ہیں، ذیل میں چند تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں۔ امام بزدوی رحمتہ اللہ لکھتے ہیں:

" العدول عن موجب قياس إلى قياس أقوى مند "[21]

یعنی استحسان قیاس ظاہر کو چھوڑ کر اس سے قوی تر قیاس پر عمل کا نام ہے علامہ کرخی رحمہ اللہ استحسان کی تعریف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" الاستحسان هو أن يعدل الإنسان عن أن يحكم في مسئلة بمثل ما حكم به في الطائرها إلى خلافه لوجه هو أقوى من الأول يقتلني العدول عن الأول"[22]

علامہ کرخی کے بقول استحسان سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی مسئلہ میں اس فیصلہ سے ہٹ کر فیصلہ دے جو اس کے مشابہ مسائل میں پہلے دیا گیا ہو اور اس کا یہ فیصلہ کسی ایسے سبب کی بناء پر ہو جو سابقہ فیصلہ سے قوی تر اور اس سے انحراف کا متقاضی ہو۔ ابو بکر ابن عربی رحمہ اللہ سے استحسان کی یہ تعریف منقول ہے۔

"ترک مقتضى الدليل على طريق الاستشناء والتر خص، المعارضة ما يعارض به فی بعض

مقتضیات"[23]

دلیل کے بعض تقاضوں میں تعارض کے سبب استثناء یا رخصت کے طور پر دلیل کے نظامہ کے ترک کرنے کو ترجیح دینا، استحسان کہلاتا ہے یعنی کسی دلیل کے عمومی تقاضوں کو اگر مکمل طور پر بروئے کار لایا جائے تو بعض صورتوں میں کچھ رکاوٹیں پیش آتی ہیں یا تعارض ظاہر ہوتا ہے تو ایسی صورتوں میں بطور استثناء کے یا بطور رخصت اس دلیل کے تقاضوں پر عمل درآمد نہ کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے اور یہ امر استحسان کہلاتا ہے۔ امام شاطبیؒ رحمہ اللہ استحسان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الأخذ بمصلحة جرسية في مقابلة وليل كلي، ومقتضى الرجوع إلى القديم الاستدلال المرسل على القياس" [24]

امام صاحب کے بقول کسی کلی دلیل کے مقابلہ میں کسی جزئی مصلحت کے مطابق فیصلہ کرنا اور اس کا تقاضا قیاس پر استدلال مرسل (مصلحہ مرسلہ) کو مقدم کرنا ہے۔ یعنی امام شاطبیؒ رحمہ اللہ کے نزدیک جب مجتہد اس بات پر غور کرتا ہے کہ پیش آمدہ مسئلہ میں قیاس کے تقاضے پر عمل کیا جائے تو کوئی مصلحت ضائع ہو جائے گی یا کوئی فساد پیدا ہو جائے گا تو ایسی صورت میں وہ اپنے ذوق کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا بلکہ شریعت کے مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی مقصود منفعت کے حصول کے لیے یا کسی فساد کو دور کرنے کے لیے جو فیصلہ کرتا ہے اسے استحسان کہا جائے گا۔

استحسان فقہی و قانونی احکام کے استنباط کا ایک قطعی اور یقینی اصول ہے جو اسلامی فقہ کی پوری عملی تاریخ پر محیط ہے ڈاکٹر حسین حامد حسان نے استحسان کے مفہوم اور اسکی مشروعیت پر بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

" وهذا يدل على أن قاعدة الاستحسان قاعدة قطعية مأخوذة من مجموع النصوص الشرعية بطريق الاستقراء فالعمل بها و التفريع على آساسها والرجوع إليها عمل بمجموع نصوص شرعية وليس عملا بالرآي ولا تشريعا بالهوى"[25]

یعنی ان جملہ امور سے اس بات کا اثبات ہوتا ہے کہ استحسان ایک قطعی و یقینی قاعدہ ہے جو بہت سے نصوص شریعت کے استقراء سے اخذ شدہ ہے۔ لہٰذا اس پر عمل اور اس کے ذریعہ تفرع احکام در حقیقت ان متعدد شرعی نصوص پر عمل کے مترادف ہے نہ کہ محض اپنی رائے یا خواہش کے ذریعہ شریعت سازی۔

**استحسان اور آئمہ فقہ:**

استحسان کا اصول تمام فقہی مذاہب میں موجود ہے۔ ڈاکٹر حسان لکھتے ہیں:

" وهذا نوع من الاجتهاد موجود في فقه الأئمة جميعا"[26]

اجتہاد کی یہ نوع تمام آئمہ فقہ کے فقہی مذاہب میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔

**استحسان کی اقسام:**

استحسان کی معروف تقسیم کے اعتبار سے اس کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

1۔ استحسان نصی　　　　4۔ استحسان اجماعی

2۔استحسان قیاسی	5۔استحسان مصلحی
3۔استحسان ضرورت	6۔استحسان عرفی

**استحسان نصی:**

کسی معاملہ میں قیاس ظاہر قاعدہ کلیہ یا لغوی اطلاق کا مقتضیٰ ترک کر کے نص شرعی کے ذریعے ثابت ہونے والے خصوصی حکم یا مفہوم کو اپنانا استحسان کہلاتا ہے۔

**استحسان اجماعی:**

استحسان اجماعی سے مراد وہ استحسان ہے کہ جس میں کسی معاملہ میں قیاس و قواعد کا تقاضا ترک کر کے قولی یا تعاملی اجماع کی بناء پر ثابت ہونے والے خاص حکم کو اختیار کیا جائے۔

**استحسان قیاسی:**

کسی مسئلے میں ظاہر (متبادر) اور فوری سمجھ آنے والے قیاس کے حکم سے اس کے مختلف حکم کی طرف کسی دوسرے قیاس کی بناء پر عدول کیا جائے جو پہلے کے مقابلے میں زیادہ دقیق مخفی ہو لیکن باعتبار دلیل زیادہ قوی، غور و فکر کے لحفظ سے زیادہ راست اور نتائج کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہو۔

**استحسان مصلحی:**

بعض مواقع پر قیاسی احکام حالات و واقعات کی مخصوص نوعیت کی بناء پر نتائج اور مال کے لحاظ سے مفید اور مصلحت کے حامل نہیں ہوتے بلکہ ان کا عامل ہونے سے شرعی مصالح کے فوت ہونے یا مضر اثرات مرتب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے ایسی صورت میں قیاس کو چھوڑ کر متبادل مصلحی احکام کو اپنانا استحسان کہلاتا ہے۔

**استحسان ضرورت:**

استحسان ضرورت یہ ہے کہ بعض مواقع پر قیاس و کلی احکام پر عمل پیرا ہونا ممکن نہ ہو یا حرج و مشقت کا باعث بنے تو ایسی صورت میں ضرورت کی بنام پر قیاس احکام کو ترک کر کے متبادل در شصتی و استثنائی احکام اپنائے جائیں۔

**استحسان عرفی:**

استحسان عرفی یہ ہے کہ ان امور کا تعین کیا جائے کہ جن کے تعین کو شریعت نے حالات کے مطابق اجتہاد کے سپرد کیا ہے یا سیہ کہ کسی پیش آمدہ مسئلے میں قیاس یا عام قاعدہ کے مقتضیٰ سے عدول کرتے ہوئے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے لوگوں کے مابین رائج عادت پر مبنی حکم کو اختیار کیا جائے۔ فقہی ادب میں ان اقسام کی مثالیں موجود ہیں۔ استحسان کی اس تقسیم کے وقت نظری سے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ استحسان کے بارے میں یہ تصور کہ یہ خواہش نفس اور ذاتی رائے کے ذریعے تشریعی امور کی تشکیل ہے درست نہیں ہے۔ استحسان اور اس کی اقسام مستند دلائل کی حامل ہوتی ہیں۔ تمام آئمہ مجتہدین حنفیہّ ہوں یا مالکیہ و حنابلہ اور شافعیہ عملاً استحسان کے مصدر شرعی ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ استحسان جیسی دیگر ادلہ فقہیہ کے بارے میں استشراقی تحقیقات کا محاکمہ کیا جائے اور انکی تسامحات کی نشاندہی کر کے حقیقی تصورات کو

سامنے لایا جائے تاکہ قانون کا طالب علم اسلامی قانون اور اس کی مبادیات کا صحیح ادراک کر سکے۔

**خلاصہ:**

مذکورہ بحث سے مندرجہ ذیل نتائج معلوم ہوتے ہیں:

1۔ گولڈ زیہر، استحسان کی اصطلاح کو امام ابو حنیفہ کی وضع کردہ مانتے ہیں۔ جو درست نہیں۔

2۔ جوزف شاخت امام ابو یوسف کی طرف استحسان کی اصطلاح کی وضع کو منسوب کرتے ہیں، یہ بھی درست نہیں۔ کڈونلڈ کے مطابق استحسان اور فقیہ کی ذاتی رائے میں کوئی فرق نہیں، حالانکہ اصولی طور پر دونوں میں واضح فرق موجود ہے۔

3۔ جوزف شاخت، امام شافعی کو "استحسان کا منکر قرار دیتے ہیں، جب کہ دلائل سے ثابت ہوا کہ وہ "مصطلح استحسان" کے منکر نہیں، بلکہ قائل ہیں۔

4۔ مستشرق بنجمن کے بقول "استحسان" رومی قانون کی ایک اصطلاح کا براہ راست ترجمہ ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

**حوالہ جات (References)**

[1] SCHACHT, JOSEPH, THE ORIGINS OF MUHAMMADAN JURISPRUDENCEUNIVERSITY PRESS, 1959, P.112

[2]Jaffar, Dr Saad, Dr Muhammad Waseem Mukhtar, Dr Shazia Sajid, Dr Nasir Ali Khan, Dr Faiza Butt, and Waqar Ahmed. "The Islamic And Western Concepts Of Human Rights: Strategic Implications, Differences And Implementations." *Migration Letters* 21 (2024): 1658-70.

[3] الشیبانی، محمد بن حسن، الجامع الصغیر، لکھنو، ۱۹۹۳ء، ص ۸۳

[4]AHMAD HASAN, THE EARLY DEVELOPMENT OF ISLAMIC JURISPRUDENCE, ISLAMABAD, 1ISLAMIC RESEARCH INSTITUTE, 1973, P. 145

[5] شاخت یوسف، اصول الفقہ، دار الکتاب اللبنانی، بیروت، ۱۹۹۸ء، ص ۸۲

[6] ایضاً

[7]Ahmed, Syed Ghazanfar, and Muhammad Imran Raza Tahavi. "Syeda Sadia Ghaznavi On The Holy Prophet As A Psychologist And Educationist." *Journal of Positive School*

*Psychology http://journalppw. com* 6, no. 8 (2022): 7762-7773.

[8]Macdonald, D.B, Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory,
London, 1993, p. 87

[9] شاخت، یوسف، اصول الفقہ، ص ۸۶

[10] ابوزہرہ، محمد، اصول الفقہ، دار الفکر العربی، بیروت، ۱۹۸۷ء، ص ۲۷۲

[11] السبکی، علی بن عبد الکافی، الابہاج فی شرح المنہاج دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ۱۹۱/۳

[12] الآمدی علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، دار الکتاب العربی، ن م، ۶۲۱/۴

[13] الماوردی، علی بن محمد بن حبیب (مولف)، الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام الشافعی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ۶۶۱/۱۶

[14] السبکی، علی بن عبد الکافی، الابہاج فی شرح المنہاج، ۱۹۱/۳

[15] ایضاً

[16] David Pearl, a Text Book on Muslim Law, London, Croom Helm Ltd, 1979, p. 15.

[17]Benjamin Jokisch, Islamic Imperial Law, Berlin, New York, Walter de gruyter, 2007, p.212

[18] الزرکشی، محمد بن عبداللہ، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دارالکتبی، القاھرۃ، 1994ء، ۴۰/۷

[19] ایضاً

[20] سورۃ الزمر 10:39

[21] البزدوی، علی بن محمد، اصول البزدوی، جاوید پریس، کراچی، ن م، ص: ۶۷۲

[22] السبکی، الابہاج، ۱۸۹/۳

[23] الشاطبیؒ، ابراہیم بن موسی، الموافقات، دارابن عفان، السعودیہ، ۱۹۹۷ء، ۹۶۱/۵

[24] ایضاً، ۹۴۱/۵

[25] حسین، حامد حسان، نظریۃ المصلحہ فی الفقہ الاسلامی، المطبعہ العالمیہ، القاہرۃ، ۱۹۹۷ء، ص: ۲۳۹

[26] ایضاً، ص: ۳۵